مری دُعا تم ہو

فاطمہ احمد



دل و نگاہ سے اُٹھتی ہوئی صدا تم ہو
تمہیں میں کیسے بھلا دوں مری دعا تم ہو

مری دُعا تُم ہو

فاطمہ احمد

نستعلیق مطبوعات
F-3 الفیروز سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
0300-4489310
E-mail: nastalique@yahoo.com

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ٥

القرآن

اہتمام : حسن محمود

سرورق: عبید

کمپوزنگ: ایمان گرافکس، لاہور

اشاعت اول: اگست 2007ء

اشاعت دوئم: اگست 2009ء

مطبع: حاجی حنیف پرنٹرز لاہور

قیمت: 160 روپے

بیرون ملک: 10 امریکی ڈالر

SUB OFFICE:

Nastalique Publications

Cell: 00971506754758

Ph: +9414 4221992

Fax: +9714 4221993

E-mail: royalprincellc@gmail.com

P.O.BOX: 50064

Address: International City Greece Cluster K-1. Office S.04,Dubai, U.A.E

انتساب

اپنی پیاری ماما

اور پیارے پاپا کے نام

کہ اِنھی کی تعلیم و تربیت

اور انتہا سے زیادہ محبتوں نے مجھے

اس قابل کیا

کہ آج یہ انتساب میں اُن کے نام لکھ رہی ہوں

دل و نگاہ سے اُٹھتی ہُوئی صدا تُم ہو
تمھیں میں کیسے بُھلا دوں، مری دُعا تُم ہو

چند باتیں

مجھے آج بھی یاد ہے۔

بچپن میں نانو نے ایک بار میرے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

''فاطمہ تمہاری آنکھیں حیرانی سے بھری ہوئی ہیں اس حیرانی کو عمر بھر زندہ رکھنا، زندگی کا حُسن کبھی ماند نہیں پڑے گا۔''

سخت سردیوں میں جب دُھند پڑتی اور گھر سے سکول تک کے سارے منظر اس دھند میں چھپ جاتے تو میں بہت اُداس ہو جاتی یوں لگتا جیسے میرے کھلونے کھو گئے ہوں۔ جب دھوپ نکلتی تو میں حیران آنکھوں سے ایک ایک منظر کو گھنٹوں دیکھتی رہتی اُس وقت خیال ذہن میں یوں بنتے اور مٹتے جیسے لہروں پر نقش بنتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ ایک روز میں نے کچھ سطریں لکھیں، نانو کو دکھائیں تو انہوں نے کہا یہ تو بہت پیاری نظم ہے۔ اُن دنوں میں نظم کے متعلق نہیں جانتی تھی مگر مجھے اتنا پتہ تھا کہ یہ نظم میرے اندر اُگی ہے بعد میں آہستہ آہستہ شاعری کی شاخیں میرے پورے وجود میں پھیلتی چلی گئیں۔ پتہ بھی نہیں چلا اور شاعری میرے وجود کا حصہ بن گئی۔ اپنے آپ کو تلاش کرنے کا تجسس تو بچپن سے ہی تھا۔ شاعری میں مجھے اپنا آپ مل گیا۔ جس طرح بارش مُردہ زمین کو پھر سے زندہ کر دیتی ہے اسی طرح جب کوئی تازہ غزل یا نظم ہوتی ہے تو مجھے اندر سے سرسبز و شاداب بنا دیتی ہے۔ کبھی کبھی مجھے یوں لگتا ہے جب تک شاعری مجھ پر مہربان رہے گی میں زندہ رہوں گی۔ مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا البتہ شاعری کے روٹھ جانے کے خیال سے ہی کانپ جاتی ہوں۔ محبت ایک ایسا موضوع ہے جس کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے، لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا مگر میں صرف اتنا کہوں گی محبت چاند کی طرح ہے جو کم ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے

مگر اس کا حسن کبھی ماند نہیں پڑتا میرے نزدیک بے مقصد زندگی گزارنا نا قابلِ معافی جرم ہے لہٰذا میری زندگی کا مقصد امن کا قیام، محبت کا پیغام اور دُکھی انسانیت کی خدمت ہے اور یہی میرا نظریۂ شعر بھی ہے۔ میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے خوابوں کو تعبیر کرنے کے لیے عملی طور پر بھی بھرپور کوشش کروں گی تا کہ اشکوں سے بھری آنکھوں میں خوشیوں کے دیپ جلا سکوں، جن لوگوں سے زندگی کی مسرتیں روٹھ گئی ہیں اُن میں جینے کی نئی اُمنگ پیدا کر سکوں۔ وطنِ عزیز کی گلیوں میں امن کی شمعیں جلیں اور آنگن آنگن محبتوں کے پھول کھلیں۔ یہی میرے خواب ہیں۔ اس کے لیے مجھے آپ کا ساتھ چاہیے ہوگا۔ اُمید ہے آپ مجھے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

''مری دُعا تم ہو'' میرا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ میں ادب کے میدان میں پہلا قدم بہت اعتماد کے ساتھ رکھ رہی ہوں وہ اس لیے کہ کتاب کی اشاعت سے قبل ہی مجھے ادبی اورِ عوامی حلقوں میں بھرپور پذیرائی ملی ہے۔ میں اپنے سینئر شعراء کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی مگر میں اپنی ممی عمرانہ مشتاق کا شکریہ ادا نہیں کروں گی کیونکہ انہوں نے جو کچھ میرے لیے کیا ہے اُس کے لیے شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے۔ میں عمر بھر اُن کی محبتوں کی مقروض رہوں گی۔ پاپا آپ کہتے تھے ''فاطمہ تم شاعری کیوں کرتی ہو کیا تم نے پروین شاکر بننا ہے۔؟'' مجھے پروین شاکر نہیں بننا فاطمہ احمد بننا ہے۔ میں آپ کی صحبت اور لمبی عمر کے لیے دُعا گو ہوں۔ اللہ آپ کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر قائم رکھے۔ (آمین)

حسن عباسی جو کہ نہ صرف بہت اچھے شاعر بلکہ اُتنے اچھے انسان اور پبلشر بھی ہیں میں اُن کی بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری شاعری کو زیورِ طباعت سے آراستہ کیا ورنہ یہ مجموعہ شاید ابھی کچھ عرصہ مزید فرد فرد رہتا۔ میں جب بھی آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی ہوں تو مجھے نانو ضرور یاد آتی ہیں اور میں اُن سے ہر بار یہی کہتی ہوں۔

''نانو! دیکھو میں نے اپنی آنکھوں کی حیرانی کو مرنے نہیں دیا۔''

فاطمہ احمد

۱۲ دسمبر کی سرد شام

لاہور

فہرست

نظمیں

حمد

کرن کرن مرے دل کے مکاں میں رہتا ہے
کوئی تو ہے جو مرے جسم و جاں میں رہتا ہے

خدائے ارض و سما، کائنات کا مولا
مرے قلم، مرے طرزِ بیاں میں رہتا ہے

وہ نور، جس سے دلوں میں ہے نور پھیلا ہوا
دل اُس کے ذکر سے، روشن جہاں میں رہتا ہے

یہ صبح و شام اُسی کے، یہ رات دن اُس کے
اُسی کا جلوۂ حُسن، آسماں میں رہتا ہے

ملے یقین کی دولت جو فاطمہؔ سب کو
تو آدمی کہاں وہم و گماں رہتا ہے

نعت

آ، پھر سے نصیب آزمائیں
پھر شہرِ نبیؐ کو لوٹ جائیں

وہ بارگہِ جمال جس میں
چلتی ہیں سکون سے ہوائیں

ہم ٹھہریں درِ نبیؐ پہ جا کر
دل میں کوئی نعت گنگنائیں

ہم اپنے دُکھوں کا ماجرا بھی
دل کی آواز پر سنائیں

وہ عَفو و کرم حضورؐ کا ہو
آفاق خوشی سے مسکرائیں

واللیل کے پرتوِ حسیں سے
ظلمت کی چاک ہوں ردائیں

دو شہر ہیں امن کے، جہاں میں
باقی ہیں تمام کربلائیں

کر ہی دیں گے معاف آخر
اک روز مری وہ سب خطائیں

میں فاطمہ ایسی نعت لکھوں
جبریلؑ بھی لیں مری بلائیں

یہ وطن، میرا وطن

زندگی کے رنگ اس میں، پیار کے انداز بھی
یہ جو زندہ ہے تو زندہ ہے مری آواز بھی
جاگتا ہے اس کے دم سے میرے دل کا ساز بھی
مجھ کو ہے اس کے مہکتے آنگنوں پر ناز بھی
یہ مرا رنگیں چمن
یہ وطن، میرا وطن، یہ جان سے پیارا وطن

اس کے محنت کش ہیں سارے، تاجداروں کی طرح
جاں مری اس پر فدا ہے جاں نثاروں کی طرح
اس کے تو ذرّے بھی ہیں روشن ستاروں کی طرح
مجھ کو تو اس کی خزاں بھی ہے بہاروں کی طرح
یہ سراپا گل بدن
یہ وطن، میرا وطن، یہ جان سے پیارا وطن

دشمنی کرتے ہوئے جو اِس کی جانب آئے گا
اُس کی قسمت میں ہے رُسوائی، وہ منہ کی کھائے گا
جو اِسے آنکھیں دکھائے گا، وہ خود مٹ جائے گا
سچ تو یہ ہے، اس کا پرچم تا اَبد لہرائے گا
یہ وطن، میرا وطن
یہ وطن میرا وطن، یہ جان سے پیارا وطن

○

ایسے میں اس نگر کے منظر کی ہو گئی ہوں
لگتا ہے جیسے میں بھی پتھر کی ہو گئی ہوں

بے چہرگی کے سائے پھیلے ہیں آسماں تک
اُڑتے ہوئے میں شاید بے پر کی ہو گئی ہوں

اس دل کی دھڑکنوں پر یہ بوجھ سا ہے کیسا
دُنیا ہے غم کا محشر، محشر کی ہو گئی ہوں

عورت ہے ذات میری، کیا کائنات میری
بازار سے گزر کر اکثر کی ہو گئی ہوں

شاید کھلی زمیں بھی میرے لیے قفس ہے
دیوار و در سے پہلے میں گھر کی ہو گئی ہوں

کیا فاطمہ ازل سے قسمت ملی ہے مجھ کو
اک دَر پہ میں کھلی تھی، دو دَر کی ہو گئی ہوں

○

خوشبو بکھر کے اَور دیاروں کی ہو گئی
حالت خزاؤں جیسی، بہاروں کی ہو گئی

وہ چاند بادلوں میں کہیں چھپ گیا تو کیا
کچھ روشنی نظر کے ستاروں کی ہو گئی

منزل پہ جا کے بھی نہیں منزل سے آشنا
قسمت عجیب راہ گزاروں کی ہو گئی

جنگل کی بود و باش پسند آ گئی اِسے
خلقت تمام شہر میں غاروں کی ہو گئی

گرداب کا نصیب فقط ایک میں ہی تھی
دریا کی لہر لہر کناروں کی ہو گئی

تنہائی کی وہ آنچ اُٹھی دل سے فاطمہ
ساری فضا ہی جیسے شراروں کی ہو گئی

○

وہ شکل کھو گئی تو مجھے سوچنا پڑا
بے چین ہو گئی تو مجھے سوچنا پڑا

سینے پہ آ پڑا ہے مرے دن کا بوجھ بھی
جب رات سو گئی تو مجھے سوچنا پڑا

پھولوں کے ساتھ میری اُداسی پہ سوگوار
خوشبو بھی ہو گئی تو مجھے سوچنا پڑا

○

کیا معلوم تھا، کب یہ خبر تھی، شہرِ گماں میں چپکے سے
رستہ رستہ آ نکلوں گی قریۂ جاں میں چپکے سے

تیری خاموش آنکھوں میں نفرت کا منظر جاگے گا
کیا معلوم تھا، زہر گھلے گا تیری زباں میں چپکے سے

کون تھا؟ کیا تھا؟ کیا بتلاؤں؟ کیسے سب کو سمجھاؤں؟
کوئی شامل ہو گیا میری عمرِ رواں میں چپکے سے

شام کا تھا یا صبح کا تارا، تاریکی میں ڈوب گیا
ایک سکوت سا چھا گیا میرے دل کے جہاں میں چپکے سے

صرف مری آنکھوں نے دیکھا یا دل نے محسوس کیا
صحراؤں کی دُھول اُڑی تھی رات مکاں میں چپکے سے

آج مجھے پھر کس نے پکارا، کس کو میں یاد آئی ہوں
کون چلا آیا میرے اندازِ بیاں میں چپکے سے

فاطمہ دل کا بھید نہ کھول، تُو خود کو اتنا بھی مت رول
عمر ہی کٹ جائے تیری چھوٹی سی ہاں میں چپکے سے

○

سہیلی دیکھ! اتنا پیار بھی اچھا نہیں ہے
کہ وہ فطرت میں ہے کچھ اَور، تجھ جیسا نہیں ہے

یہاں رستوں کو ناہموار رہنے کی ہے عادت
محبت میں کوئی بھی راستہ سیدھا نہیں ہے

میں اس سے اپنی تنہائی کی قیمت مانگتی کیا
وہ آیا تو ذرا سی دیر بھی ٹھہرا نہیں ہے

سنہرے خواب کی دہلیز سے میں اُٹھ چکی ہوں
کہ خوابوں کا حقیقت سے کوئی رشتہ نہیں ہے

مسلسل ہجر کے تیروں سے چھلنی ہو رہی ہوں
ہیں کتنے تیر باقی؟ اِس کا اندازہ نہیں ہے

محبت میں ہو کوئی فائدہ' یہ غیر ممکن
محبت میں ہے کیا نقصان' یہ سوچا نہیں ہے

تُو گھر سے فاطمہ احمد نکلنا اب سنبھل کر
یہ دُنیا اَور ہے کوئی' تری دُنیا نہیں ہے

○

مری آنکھ دُھوپ پر ہے، مرا رنگ خوشبوؤں میں
میں ہوں موم کی وہ گڑیا جو پڑی ہے راستوں میں

مرے دل کی دھڑکنوں پر، ذرا ہاتھ رکھ کے دیکھو
کہ بھرا ہے پیار کتنا، مرے دل کے موسموں میں

مری بات پر نہ جاؤ، مری سوچ میں تو اُترو
کہ اُتر گیا ہے کب سے، ترا غم مری رگوں میں

مری رُوح میں اُتر کر مری ذات کو تو سمجھو
میں ہوں عکس عکس روشن، کبھی دیکھ آئنوں میں

تری چاہ کے سفر میں، میں سمٹ کے رہ گئی ہوں
تو بکھر بکھر گئی ہوں کئی غم زدہ دلوں میں

پڑے دل پہ غم کے سائے، مجھے تم ہی یاد آئے
کوئی رنگ نفرتوں کا جو مِلا محبتوں میں

یہاں کوئی فاطمہ اب مرے چاند کو بلائے
کہ ہے روشنی بہت کم ابھی رات کے دیوں میں

دو شعر

نگاہ میں ہے مرے کج ادا کی چاندنی رات
یہ اُس کا پیار ہے یا اِنتہا کی چاندنی رات

مجھے جلا نہیں سکتا کرن کرن سورج
ٹھہر گئی مرے دل میں بلا کی چاندنی رات

O

چاہت کی برکھا جس دن بھی برسے گی
پورے پت جھڑ میں ہریالی کر دے گی

میری امیدوں کا سورج جاگے گا
رات ہو جتنی بھی لمبی، کب ٹھہرے گی

شاید اُس کے سارے سپنے ٹوٹ گئے
سوچ رہی ہوں، وہ لڑکی کیا دیکھے گی

رُوٹھ گئے ہیں میری سب سَکھیوں کے پیت
ڈرتی ہوں، تیری باری بھی آئے گی

تیرے پیار میں ہار کے سادہ سی لڑکی
بکھری بکھری اپنے گھر کو چل دے گی

ہار سنگھار کا رشتہ ٹوٹ گیا تو کیا
آنکھ تری یادوں کا زیور پہنے گی

فاطمہ احمد دیکھ! زمانہ مشکل ہے
اُتنا ہی الجھے گی، جتنا سوچے گی

○

ظلمتوں سے بے خبر، چاندنی کبھی نہ تھی
اس قدر اُداس تو، زندگی کبھی نہ تھی

تھک گیا مرا وجود، پست حوصلے ہوئے
سچ ہے، اس قدر یہاں روشنی کبھی نہ تھی

جتنی خواہشات تھیں، دل میں دب کے رہ گئیں
بے بسی کی زد پہ یہ زندگی کبھی نہ تھی

چلتے چلتے گر پڑوں اور پھر نہ اُٹھ سکوں
اس سے پیشتر تو یہ بے بسی کبھی نہ تھی

اب ہر ایک چیز سے، اعتبار اُٹھ گیا
آج جس ڈگر پہ ہے زندگی، کبھی نہ تھی

یہ اچانک آپ کو ہو گیا ہے کیا بھلا
آپ کے سلوک میں کج روی کبھی نہ تھی

○

آج کل کچھ اُداس ہیں آنکھیں
کس لیے محوِ یاس ہیں آنکھیں

لے گیا ہے کوئی چرا کے اِنھیں
اب کہاں میرے پاس ہیں آنکھیں

نقش ہے پتلیوں پہ اُس کا عکس
کیا محبت شناس ہیں آنکھیں

دل کے اندر اُتر کے دیکھتی ہیں
آج کل بے لباس ہیں آنکھیں

ہر طرف چاندنی نظر آئے
چاندنی کی اَساس ہیں آنکھیں

کون اُٹھ کر گیا ہے محفل سے
وقفِ خوف و ہراس ہیں آنکھیں

فاطمہؔ میرے اشک کہتے ہیں
درد کا اقتباس ہیں آنکھیں

یہ دیکھ، آج بھی تیرے لیے مکمل ہوں
کوئی بھی آنچ ترے خواب پر نہیں آئی

میں کیا کہوں کہ ترا انتظار تھا کہ نہ تھا
تم آئے اور مری آنکھ بھر نہیں آئی

مِلا ہے جب سے وہ اک شخص فاطمہؔ سرِ راہ
میں گھر میں، آ کے بھی لگتا ہے، گھر نہیں آئی

○

سکوں کی ایک بھی صورت نظر نہیں آئی
کسی طرف سے تمھاری خبر نہیں آئی

مجھے خبر ہے کہ جب سے ہو تم نگاہ سے دُور
ہَوا دریچے میں کیوں لوٹ کر نہیں آئی

جو تم بھی مجھ سے بچھڑ کر نہ سو سکے ہو گے
مجھے بھی نیند اِدھر رات بھر نہیں آئی

تمھارے حلقۂ دَر میں سمٹ گئی شاید
وہ روشنی جو دوبارہ اِدھر نہیں آئی

○

بچا کے خود کو' جہاں کی نظر سے نکلی ہوں
مگر کہاں ابھی تیرے اثر سے نکلی ہوں

سُلگتی دُھوپ نے سُلگا دیا بدن میرا
پہن کے سایۂ اشجار گھر سے نکلی ہوں

تری نگاہ کی سرشاریوں سے بچتے ہوئے
عجیب مرحلۂ خشک و تر سے نکلی ہوں

تو مجھ کو بھول چکا' اب مجھے یقیں آیا
میں جیسے آج دلِ بے خبر سے نکلی ہوں

گزر رہی ہوں زمانے کی تیز نظروں سے
نہ جانے سوچ کے کیا آج گھر سے نکلی ہوں

ترے جنوں نے تماشا بنا دیا مجھ کو
جو گھر سے تیرے لیے بن سنور کے نکلی ہوں

کوئی تو فاطمہؔ منزل مری دکھائے مجھے
سفر کے چاک پہ دستِ ہُنر سے نکلی ہوں

ایک شعر

چاند کی ٹھنڈی چاندنی جب بھی آنکھ کے اندر گھر کرتی ہے
دل سے اُترنے والی برکھا پیار کو خوش منظر کرتی ہے

○

تری یادوں کی تنہائی میں گم ہوں
سمندر ہو کے پہنائی میں گم ہوں

تری نظروں کی سرشاری کی خاطر
مسلسل جلوہ آرائی میں گم ہوں

سمٹتی جا رہی ہوں لمحہ لمحہ
تری آنکھوں کی بینائی میں گم ہوں

زمانے کی نظر ہے مجھ پہ لیکن
میں اپنے دل کی گہرائی میں گم ہوں

مری سوچیں کہاں میری رہی ہیں
جہاں والوں کی دانائی میں گم ہوں

مری صورت وہ دیکھے فاطمہ کیا
محبت میں جبیں سائی میں گم ہوں

○

یہاں ہر چیز مہنگی، سب سے بڑھ کر پیار مہنگا ہے
مری جیبِ محبت میں مگر دل کے سوا کیا ہے

تجھے دیکھا تو خود کو دیکھنے کی بھی نہیں فرصت
وہاں جاتی نہیں ہوں میں، جہاں آئینہ رکھا ہے

نظر آتا نہیں جب چاند کے منظر میں تُو مجھ کو
ترے غم کا ستارہ میری پلکوں پر سُلگتا ہے

کوئی دیتا نہیں ہے میرے ہونے کی گواہی بھی
جسے اپنا سمجھتی ہوں، وہ دُنیا تیری دُنیا ہے

مری آواز بھی تجھ کو سُنائی تک نہیں دیتی
مسلسل شور میں دھیمی سُروں کو کون سُنتا ہے

ترے سَر میں نہیں ہے عشق کا کوئی جنوں باقی
، اپنے ہاتھ سے اپنی صلیبیں توڑ سکتا ہے

مجھے کچھ فاطمہؔ اِس دل کی اَرزانی کا ہے شکوہ
کسی کی یاد میں ہر ایک دھڑکن پر مچلتا ہے

○

کہیں کا رکھا نہیں تیری آرزو نے مجھے
جلا دیا ہے زمانے کی تیز لُو نے مجھے

میں اپنے آپ سے باہر نکل نہیں سکتی
قفس میں چھوڑ دیا تیری جستجو نے مجھے

سوائے اس کے یہ تنہائی اور کیا دیتی
گنوا دیا ہے کہیں میرے چارسُو نے مجھے

اُٹھا کے ہجر کی تاریکیوں میں پھینک دیا
سحر کے بعد بھی تجھ سے ستارہ خو نے مجھے

ترے ستم پہ رہوں سجدۂ تشکر میں
سکھا دیا مرے اشکوں کے ہر وضو نے مجھے

نظر چھکنے لگی اور دل مچلنے لگا
کہ شاید آج کیا یاد پھر سے تُو نے مجھے

میں اُس کے ہجر میں بھی فاطمہؔ نہ جاں سے گئی
بچا لیا ہے محبت کی آبرو نے مجھے

○

کئی دن سے ہے دل، بیمار اُس کا
گیا کب جان سے آزار اُس کا

مری آنکھیں ڈبونے لگ گیا ہے
عجب لشکر ہُوا تیار اُس کا

مرے چاروں طرف دیوار میری
ہر اک دربان، پہرے دار اُس کا

سنہری شام تک سب دُھوپ میری
مسلسل سایۂ اشجار اُس کا

زباں میری ہے، لب میرے ہیں لیکن
مری باتوں میں ہے معیار اُس کا

مری قسمت مری زنجیرِ پا تک
بہت ہے حلقۂ دستار اُس کا

کہاں اُس سے جدا ہوں فاطمہؔ میں
کہانی ہے مری، کردار اُس کا

○

ہر چند جانتی ہوں، محبت ہے زندگی
لگتا ہے جیسے ایک اذّیت ہے زندگی

وہ پیار چاہتا ہے خریدار کی طرح
اور اِس کے واسطے مری قیمت ہے، زندگی

صرف اُس کے نام پر ہی گزرتے ہیں رات دن
یوں بھی گزارنا تری عادت ہے زندگی!

سوچیں اگر تو اِس کا گزرنا محال ہے
دیکھیں اگر تو سب کی ضرورت ہے زندگی

اُس کے لیے گزار رہی ہوں میں فاطمہؔ
میرے خدا کی مجھ پہ عنایت ہے زندگی

رے الفاظ کے معنی ہیں مجھ سے
ترا نامہ ہوں، نامہ بر نہیں ہوں

وفا کیوں مجھ سے پوری مانگتے ہو؟
اگر میں نصف ہوں، بہتر نہیں ہوں

○

تجھے ہر چند میں اَزبر نہیں ہوں
ترے امکان سے باہر نہیں ہوں

میں تیرے آج میں زندہ ہوں لیکن
میں اپنے حال میں اکثر نہیں ہوں

اگر چاہے، تو مجھ کو مانگ مجھ سے
زمانے کی رعایت پر نہیں ہوں

تمھیں چاہوں، تمھارے چاہنے پر
کوئی اِتنی بھی میں خودسَر نہیں ہوں

○

محبتوں میں یہ میرا جنون کم ہی سہی
تمھارا عکس تو ہے، آئنے پہ نم ہی سہی

میں دیکھتی ہوں تجھے اور سوچتی ہوں میں
تری وفا جو نہیں ہے، ترا کرم ہی سہی

نئے کھلونوں کی عادت تری پُرانی ہے
تو توڑ دیتا ہے، بے شک مرا بھرم ہی سہی

ترے یقین کی گرمی تو ہے ذرا اس میں
فسردہ سینے میں سانسوں کا زیر و بم ہی سہی

مرا خیال بھی رکھتے تو کیا کمی تھی تجھے
تجھے مزاج زمانے کا محترم ہی سہی

اُٹھا کے آنکھ مری سمت دیکھنے والے!
جو تو نہیں، تری آنکھوں کا کیف و کم ہی سہی

نہیں ہے وہ مرا ہمدم تو فاطمہ مجھ کو
مرا سخن ہی سہی، یہ مرا قلم ہی سہی

○

دُور تک ہواؤں میں کشتیاں بنائی ہیں
رِنگ رنگ کی جس نے تتلیاں بنائی ہیں

زندگی پہ روشن ہوں صبر کے معانی بھی
یوں ہی کب خدا نے یہ لڑکیاں بنائی ہیں

باپ کی محبت میں چوکڑی نہیں بھرتیں
لڑکیوں کی صورت میں ہرنیاں بنائی ہیں

ایک دن تو مائیں بھی بیٹیاں کسی کی تھیں
ماؤں کے سِسکنے کو بیٹیاں بنائی ہیں

دن خوشی کے اور غم کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں
زندگی نے اپنی کچھ جھلکیاں بنائی ہیں

آنکھ کے یہ موتی ہیں یا ہمارے اشکوں نے
پھول پھول چہروں پر پتیاں بنائی ہیں

چاہتوں کی جلتی آگ، اور اپنی سانسوں نے
سردیوں کے موسم میں گرمیاں بنائی ہیں

○

رات گئی ہے، دن نکلا ہے، سونے دو
ہجر کی رُت میں کچھ آرام تو ہونے دو

چاہت کا پھل ہجر کے غم سے ملتا ہے
پہلے مجھ کو تھوڑا بیج تو بونے دو

پھر تم اِس پر دل کا قفل اُٹھا دینا
پہلے اُس کی یاد کا پنچھی سونے دو

دیکھو آج بھی نہیں ملے پورے دو دِل
دیکھو آج بھی رات کے بج گئے پونے دو

میں نے بنجر آنکھوں کے دن کاٹے ہیں
آ ہی گئے تو درد کی بارش ہونے دو

ڈوب گیا ہے چاند، ستارے جاگتے ہیں
آنکھوں کو یادوں کے ہار پرونے دو

فاطمہ پلکوں کی جھلمل سے کیا ہوگا
بارش کا موسم ہے، بارش ہونے دو

○

خوشبو کی اپنی خواہش، رنگوں کا اپنا سپنا
پیار کے رنگ میں ہونے کا، میں نے بھی دیکھا سپنا

میرے دل کے گلشن کو، اُس نے صحرا کر ڈالا
یوں ہی میں نے دیکھا تھا، اک دن دریا کا سپنا

تیری اُلجھی باتوں میں، سارا دن بیکار گیا
آیا میری آنکھوں تک، رات اک اچھا سا سپنا

اپنے روٹھ ہی جاتے ہیں، سپنے ٹوٹ ہی جاتے ہیں
روگ محبت والا ہے، اک دیکھا بھالا سپنا

تجھ کو لکھوں شعروں میں، تجھ کو دیکھوں خوابوں میں
میرا پاک وطن جیسے ہے اک شاعر کا سپنا

اک دن وہ لوٹ آئے گا، پھر سے خواب دکھائے گا
وقت کہیں پھر توڑ نہ دے فاطمہؔ! یہ تیرا سپنا

○

رات کو صبح، تو خوشبو کو صبا لے جائے
آسماں سے کوئی سورج نہ اُٹھا لے جائے

دل کی دھڑکن پہ کوئی اب بھی بلاتا ہے مجھے
میں چلی جاؤں، جہاں تک یہ صدا لے جائے

کیا جلائے گی مجھے تیری جھلستی ہوئی دُھوپ
دشتِ غم سے جو مجھے ماں کی رِدا لے جائے

اپنے قدموں پہ چلی ہوں تو محبت والا
آئے، دیمک زدہ وہ اپنا عصا لے جائے

رتجگے ٹوٹنے لگتے ہیں تو خواب آتے ہیں
نیند آ جائے تو اشکوں کو بہا لے جائے

فاطمہ اپنے عمل اور دُعائیں سب کی
کوئی اِس دُنیا سے کیا اِس کے سوا لے جائے

○

حکمِ سفر، نہ اذنِ سفر جاؤں کس طرح
ٹھہری ہوئی ہے راہ گزر، جاؤں کس طرح

قائم ہے اِس حصار کے اُس پار بھی فصیل
تو نے مجھے کہا ہے، مگر جاؤں کس طرح

گو جانتی ہوں ماں کی دُعائیں ہیں میرے ساتھ
گھر میں جو ماں نہیں ہے تو گھر جاؤں کس طرح

سمجھا ہے کون اپنے سوا لڑکیوں کے دُکھ
اب میں تری نظر میں اُتر جاؤں کس طرح

آنکھوں پہ آج پھر، مرے اشکوں کا بوجھ ہے
تیرے لیے میں آج سنور جاؤں کس طرح

میں فاطمہ پھر آج زمانے کے خوف سے
بے حد سمٹ گئی ہوں، بکھر جاؤں کس طرح

○

میں تیری آنکھ کہاں خوش جمال دیکھتی ہوں
ابھی تو صرف ہَوا کا کمال دیکھتی ہوں

کبھی جو آتی ہوں تجھ تک بلندیوں کے لیے
میں تیرے چہرے پہ اپنا زوال دیکھتی ہوں

یہ زندگی ہے کہ ٹوٹا ہُوا کھلونا ہے
میں اپنے شہر کے بچوں کا حال دیکھتی ہوں

اُٹھا کے چلنے لگے لوگ بوجھ لالچ کا
میں اس زمیں کو بہت پائمال دیکھتی ہوں

سو اب بھی ہے مجھے اُمید اُس کے آنے کی
سو آج بھی میں دریچہ اُجال دیکھتی ہوں

وہ چاند لوٹ ہی آئے گا صبح تک شاید
ابھی میں صرف ستاروں کی چال دیکھتی ہوں

مری نظر میں چمکتا ہے ماہتاب مرا
جسے میں اب بھی ستارہ مثال دیکھتی ہوں

عجیب رنگِ سحر فاطمہؔ کھِلا مجھ پر
کہاں کہاں ہے کرن، خال خال دیکھتی ہوں

○

کہہ دوں میں دل کی بات، صبا تک تو جائے گی
تجھ تک نہیں تو میرے خدا تک تو جائے گی

گو سَرپھری ہَوا کی کوئی مانتا نہیں
میری پکار آج ہَوا تک تو جائے گی

یہ اور بات تم ہی سُنی اَن سُنی کرو
لہجے کی بے قراری صدا تک تو جائے گی

تم چاند کے حصار میں بے شک چُھپے رہو
میری نگاہ تیرے خلا تک تو جائے گی

سینے کا بھید لفظ میں گم ہو گیا اگر
تصویرِ دل کی، رنگِ حنا تک تو جائے گی

آئے گا ایک بھی نہ مرا درد بانٹنے
دُنیا تمام میری ادا تک تو جائے گی

بازار سے میں گزروں گی چپ چاپ فاطمہؔ
ہر آنکھ پھر بھی میری رِدا تک تو جائے گی

○

خوشبو کی طرح میری کہانی تو نہیں ہے
میں خاک سہی، خاک اُڑانی تو نہیں ہے

کیوں ناپ رہے ہو مرے جذبوں سے اِنھیں تم
دریاؤں میں اتنی بھی روانی تو نہیں ہے

اِس آنکھ کے پانی پہ تری آنکھ ہے کیوں بند؟
مر جائے، تری آنکھ کا پانی تو نہیں ہے

دُنیا کے سفر میں تو اسے بھول ہی جائے
چاہت مری اتنی بھی پرانی تو نہیں ہے

چاہت میں نہ اِس دل کو کرائے کا مکاں جان
چاہت ہے، کوئی نقل مکانی تو نہیں ہے

کیوں سُن کے اِسے بجھنے لگا ہے ترا دل بھی
یہ میری غزل مرثیہ خوانی تو نہیں ہے

کیا کوئی گلہ اُس سے کروں فاطمہؔ اُس نے
سُن لی ہے مری بات پہ مانی تو نہیں ہے

○

دیوار ہے اور دَر نہیں ہے
میرا تو کوئی بھی گھر نہیں ہے

دُنیا بھی تمام تر ہے دھوکا
تو ہی مرا راہبر نہیں ہے

لفظوں سے بدل سکے گا کیا تو
جذبوں میں اگر اثر نہیں ہے

آنکھیں ہیں مری طرح کی لاکھوں
میری ہی آنکھ تر نہیں ہے

دستک کی صدا اُٹھی تو مجھ کو
دل نے یہ کہا، وہ دَر نہیں ہے!

اے تیز ہَوا! تجھے بھی شاید
اُس شخص کی کچھ خبر نہیں ہے

گر جاؤں جہاں کی پستیوں میں
یہ میں ہوں، کلاہِ سَر نہیں ہے

○

ہر ایک رات روئی ہوں، آنسو بہائے ہیں
میں نے تمھاری یاد کے صدمے اُٹھائے ہیں

شاید تمھارا درد مرے دل سے جا چکا
یہ دیکھنے کو آج کئی لوگ آئے ہیں

ہر سُو ترے خیال کی اس دوپہر میں بھی
پھیلے ہوئے اُداس درختوں کے سائے ہیں

کتنے ہی آئنوں میں ترا چہرہ جاگ اُٹھا
جب آئنے کے سامنے آئینہ لائے ہیں

جب سے ہَوا نے مجھ کو دیا ہے ترا سُراغ
مشکل سے میں نے دیپ ہَوا میں جلائے ہیں

دیکھوں میں آسماں کی بلندی کا خواب کیوں
میری زمیں نے چاند ستارے اُگائے ہیں

جس راہ سے چلے تھے نئی منزلوں کی سمت
ہم فاطمہؔ دوبارہ وہیں لوٹ آئے ہیں

○

دیوار مجھ کو آخری سرحد خیال کی
تجھ کو مگر پسند ہے وحشت غزال کی

چلتا ہے صرف بند مکاں میں تمھارا حکم
کیا بات ہے تمھارے جمال و جلال کی

مجھ کو اسیر کر کے وہ آزاد ہو گیا
دیکھے کوئی ادا مرے رِوشن خیال کی

وہ جا چکا ہے پیار کی زنجیر توڑ کر
ٹوٹی ہے مجھ سے ایک بھی رسّی نہ جال کی

کون آ کے اب مٹائے گا ہم لڑکیوں کے روگ
خوابوں میں دیکھنے لگیں شکلیں خیال کی

چہرے سے مٹ رہے ہیں تری آرزو کے رنگ
آتی ہے آئنے سے صدا ماہ و سال کی

مجھ کو خبر ہے فاطمہؔ یہ دل اُسی کا ہے
میں نے بھی روز اِس کی بہت دیکھ بھال کی

○

تمھاری یاد میں بیٹھی ہوں پچھلی شام سے میں
کہ ہم کلام ہوں دل جیسے خوش کلام سے میں

گرا دیا مجھے نظروں سے اِس لیے تو نے
کہ بڑھ نہ جاؤں کہیں اب ترے مقام سے میں

بدن میں تیر نگاہوں کے اب بھی ہیں پیوست
گزر گئی تھی کسی شاہراہِ عام سے میں

ترے خیال کے منظر میں رات کاٹتی ہوں
سحر کی شکل بناتی ہوں تیرے نام سے میں

دل و نگاہ میں خوشبو اُتار لیتی ہوں
کبھی کبھی ترے طرزِ صبا خرام سے میں

ہر ایک شعر کے معنیٰ، سخن کے حرف سبھی
نکھارتی ہوں ترے نامہ و پیام سے میں

جگا کے فاطمہ آنکھوں میں اُس کے ہجر کا غم
سراب سے نکل آئی کس اہتمام سے میں

○

تو نے سوائے درد و ستم، کیا دیا مجھے
خوابِ جمالِ شام سے بہلا دیا مجھے

میں تو بس ایک شیشۂ نم تھی ترے لیے
لیکن تری جفاؤں نے پتھرا دیا مجھے

کربِ فراق یا کوئی جنگل کی ایک شام
کس جستجو نے راہ میں ٹھہرا دیا مجھے

اب لوٹ جاؤں پیچھے، کہاں حوصلہ رہا
چاہت نے کس مقام پہ رستہ دیا مجھے

دیتا مری وفاؤں پہ تحفہ وہ اور کیا
بس ایک میرا دل تھا، سو لوٹا دیا مجھے

اتنی بھی ٹوٹ کر نہ محبت ہو فاطمہؔ
ہاں میرے کج ادا نے یہ سمجھا دیا مجھے

○

ہَوا سے نامہ و پیغام کر کے دیکھتے ہیں
تمھارے دل میں کوئی شام کر کے دیکھتے ہیں

کہ شاید اس سے محبت کے رنگ جاگ اُٹھیں
جنوں کے رنگ ترے نام کر کے دیکھتے ہیں

گزر گئی ہے تری یاد میں یہ غم کی رات
سحر ہوئی ہے تو آرام کر کے دیکھتے ہیں

O

جو تیرے درد کی خوشبو بکھرنے لگتی ہے
تو موتیوں سے مری آنکھ بھرنے لگتی ہے

نہ جائے ہجر زدہ شام کا تصور تو
سَروں میں دُھوپ زیادہ اُترنے لگتی ہے

جو ہم نظر ہو تری آنکھ کے ستاروں سے
وہ چاندنی تو اداس اَور کرنے لگتی ہے

کبھی کبھی مری تنہائیوں کے منظر میں
ترے لبوں کی حلاوت اترنے لگتی ہے

تجھے خبر نہ سہی! ایک بے ہنر لڑکی
ترے بغیر زمانے سے ڈرنے لگتی ہے

دریچہ کھول کے جب دیکھتی ہوں راہ تری
تو تند و تیز ہَوا شور کرنے لگتی ہے

میں فاطمہ اُسے سوچوں ہزار صدیوں تک
سو جاگتی ہوں مگر رات مرنے لگتی ہے

○

وفا کسی سے نہ یوں اے نگارِ سادہ! کریں
جو ہو ہی جائے محبت تو پھر زیادہ کریں

یہ حَبس جان ہی لے لے نہ اے زمیں والو!
بہت کُھلیں گے دریچے اگر ارادہ کریں

ہماری ذات سے باہر بہت اندھیرا ہے
جو دن نہیں ہے چلو رات کو لبادہ کریں

تمھاری یاد کی جب روشنی بکھرنے لگے
ستارے بھی مرے اشکوں سے اِستفادہ کریں

مجھے اُس آنکھ کے منظر نے کرلیا ہے قید
وہ چاہتا ہے، ابھی اور فکرِ بادہ کریں

میں نصف ہوں، چلو، تسلیم، فاطمہؔ مجھ کو
یہ میرا دل ہے مکمل، اِسے بھی آدھا کریں

○

ہاں! تیرے درد و غم کا خریدار کون تھا؟
مجھ سے زیادہ اور خطا کار کون تھا!

سائے کی آرزو میں بدن تھا لہو لہو
پتھر لیے ہوئے پسِ دیوار کون تھا؟

کانٹے بہت وفا کے سفر میں ملے مگر
کل رات میری آنکھ میں تلوار کون تھا

تو میرے سامنے تھا کہ جیسے ہو اجنبی
تجھ سے زیادہ باعثِ آزار کون تھا

تو نے ہی اِس سفر کا سندیسہ دیا مجھے
چلنے کو دشتِ خواب میں تیار کون تھا

اِس شہرِ گل رُخاں میں تری آرزو تھی میں
مجھ سے زیادہ تیرا گرفتار کون تھا

جو جان بھی لٹا دے محبت میں فاطمہؔ
اس شہر میں وہ صاحبِ کردار کون تھا

ایک شعر

اس آس پر گزار دیا ہے تمام سال
شاید وہ آئے میرے جنم دن پہ لوٹ کر

تو میرے دل میں اُتر، دُور تک سمندر ہے
مری نگاہ کو بے آب دیکھنے والے!

مجھے بتاؤ! میں کیسے تمھیں تلاش کروں
کہاں چھپے ہو مرا خواب دیکھنے والے!

کرن بھی کوئی ملی اُس کی آنکھ میں تجھ کو؟
کسی کے ماتھے پہ محراب دیکھنے والے!

○

سحر میں گریۂ شب تاب دیکھنے والے!
کبھی تو آ، مرا خواب دیکھنے والے!

جو دن چڑھا ہے تو آنکھیں گنوا کے بیٹھے ہیں
یہ لوگ، حلقۂ مہتاب دیکھنے والے

جدائیوں کے بھنور سے نکل سکے ہیں کہاں
تمھاری آنکھ کا گرداب دیکھنے والے

نہیں کسی کو میسر لباسِ سادہ بھی
کسی کا جامۂ کمخواب دیکھنے والے!

نظمیں

اگر تم

اگر تم پھول ہوتے تو
میں زلفوں میں سجا لیتی
اگر تم خواب ہوتے تو
میں آنکھوں میں بسا لیتی
اگر تم چاند ہوتے تو
تمہیں چھت پر بلا لیتی
اگر تم گیت ہوتے تو
تمہیں چپکے سے گا لیتی
اگر تم شام ہوتے تو
کسی دن میں چرا لیتی
مگر تم تو "ہوا" ٹھہرے
میرے ہاتھوں میں شمعیں ہیں
تمہیں چھونے سے ڈرتی ہوں

Confusion

نہ جانے کن خیالوں میں بہت کھوئی ہوئی ہوں میں
نہ جانے مجھ کو کہنا کیا ہے اور کیا کہہ رہی ہوں میں
نہ جانے دل مرا کیوں مضطرب ہے راہِ ہستی میں
کہاں جانا تھا' کس رستے پہ چلتی جا رہی ہوں میں
نہ جانے کیا سوال اب میری آنکھوں میں اُبھرتے ہیں
مجھے جو پوچھنا ہوتا ہے' کب وہ پوچھتی ہوں میں
جو لکھنا ہے مجھے' وہ آج تک میں لکھ نہیں پائی
مرے ہاتھوں کی مجبوری ہے' لکھنا چاہتی ہوں میں

آزادی

محبت اک قفس ہے
اور محبت کرنے والا بھی
کوئی بے پر پرندہ ہے
جو زندانِ وفا میں قید ہو کر خوش نہیں رہتا
مجھے بیشک تمھاری ہی ضرورت تھی
مگر میں نے تمھیں اب اس لیے آزاد کر ڈالا
مجھے معلوم ہے، تم کو عزیزِ جاں ہے آزادی

وہ ضرور لوٹ آئے گا

وہ لوٹ کر نہیں آئے گا' لوگ کہتے ہیں
مگر یہ دل تو کسی کی بھی مانتا ہی نہیں
مرے بغیر' وہ میری محبتوں کے بغیر
میں جانتی ہوں کہ وہ راستوں میں بھٹکے گا
مجھے یقین ہے' اک دن وہ لوٹ آئے گا

A Telephone Call

گزشتہ رات ٹیلفون پر ہمدم!
تری آواز کچھ بدلی ہوئی سی تھی
مرے دل نے یہ چاہا تھا
کہ کچھ باتیں کروں تجھ سے
اَنا کی بیچ میں دیوار حائل تھی
رسیور میں نے ہنس کر رکھ دیا دل کے کریڈل پر
مگر آنکھوں سے جاری ہو گیا سیلاب اشکوں کا
میں تجھ سے پوچھنا تو چاہتی تھی
”جاناں، کیسے ہو؟“

مگر دل پر وہ پتھر رکھ لیا میں نے

جو پتھر تیری نفرت کا مرے حصے میں آیا تھا

تجھے شاید نہیں معلوم' تیرا انتظار اَب بھی میں کرتی ہوں

کئی راتوں سے میں سوئی نہیں

شاید میں اب بھی تجھ سے بے حد پیار کرتی ہوں

چاند

چاند کو میں نے کل پیغام دیا تھا
اپنے دل کا سارا حال کہا تھا
اُس سے کہا تھا، تم سے پوچھے
کیوں مجھ سے رنجور ہوئے ہو؟
اتنی دور ہوئے ہو؟
چاند کو میں نے کتنی دیر تکا تھا
اس میں تیرا عکس چھپا تھا
اُس سے کہا تھا، تم سے کہنا

میرے دل میں پت جھڑ کا موسم رہتا ہے
میری آنکھوں کے رستے سے
اشکوں کا دریا بہتا ہے
اُس سے کہا تھا
اب جلدی سے لوٹ آؤ تم
ورنہ سانسیں رُک جائیں گی

اُداسی

میں لکھنا چاہتی ہوں، سوچتی ہوں کیا لکھوں
کہانی لکھوں میں اپنے گداز جذبوں کی
کہ سرد مہر زمانے کی داستاں لکھوں
یقیں کا قصہ کہ افسانۂ گماں لکھوں

میں سوچتی ہوں کہ سچ بولنے سے کیا حاصل
کہ اب زمانے کو سچائیوں سے نفرت ہے
ہمارے شہر کو بینائیوں سے نفرت ہے

میں کیسے جھوٹ لکھوں، جھوٹ لکھ نہیں سکتی
کہ جھوٹ میری رگِ جاں میں پل نہیں سکتا
یہ میرا دل کبھی اس سے بہل نہیں سکتا

میں سوچتی ہوں اداسی پہ کوئی نظم لکھوں
کہ میں اُداس ہوں، کچھ کچھ اُداس رات بھی ہے
یہ رات ہی نہیں، یہ ساری کائنات بھی ہے

اُداس چاند ہے، تارے بھی ہیں اُداس اُدھر
اُداس چاند کے پہلو میں ایک تو بھی ہے
میں ایک پھول کی صورت ہوں آج افسردہ
فسردہ پھول کی خوشبو میں ایک تو بھی ہے

مین سوچتی ہوں، اُداسی پہ اور کیا لکھوں
یہیں نہیں ہے اُداسی، اُفق کے پار بھی ہے
ٹپک رہی ہے اُداسی قلم کی جنبش سے
کہ یہ اُداسی کہیں تیرا انتظار بھی ہے

تھپکی

میں نے آج بھی
اشکوں میں ملفوف آنکھوں سے
نیند کو تھپکی دینے کی کوشش تو کی ہے
آج بھی رات کی تنہائی میں
دن کی وحشت ناک تھکن کو
اپنے اشکوں کی چلمن سے یوں محسوس کیا ہے میں نے
جیسے کوئی بے پر طائر
اپنے اُڑنے کی خواہش میں
شام کے گہرے سائے اوڑھ کے
گھر کا رستہ دیکھ رہا ہو---!!

اور وہ مر گئی

وہ دن بھر اُجالوں میں ہنستی رہی، مسکراتی رہی
لمحہ لمحہ وہ اندر ہی اندر کہیں ٹوٹ کر
ایسے بکھری کہ کوئی اُسے جوڑتا بھی تو کیسے
کہ وہ اور بھی ٹوٹ جاتی رہی
سو اُس کو تو مرنا ہی تھا ایک دن اور وہ مر گئی
اس قدر نرم تھا اُس کا دل، اُس کا سینہ
کہ جیسے پگھلتی ہوئی موم ہو
اتنی پگھلی کہ اک روز وہ موم جم سی گئی
اور وہ مر گئی

اُس کو لوگوں کی تلخی کو' طعنوں کو برداشت کرنے کی
عادت سی تھی
اپنی معصوم آنکھوں کے خالی گھڑوں میں
اُسے پانی بھرنے کی عادت سی تھی
خوشبوؤں کی تلاش اس کو رہتی تھی
پھولوں کی اُس کو بہت آرزو تھی
مگر اُس کی قسمت میں جو پھول تھے
وہ بھی مرجھا گئے
اُس کو خوشیوں کی کتنی تمنا تھی
لیکن خوشی کوئی اُس کے مقدر میں آئی نہ تھی
چاہتوں کے لیے اُس کی دیوانگی قابلِ دید تھی
اور پھر چاہتوں نے اُسے اتنا مجبور و بے بس کیا
زندگی ہر گھڑی اُس کے احساس سے دُور ہوتی گئی
اور وہ مر گئی

ماں کے لیے ایک نظم

تیرے بن یہ سارا آنگن سُونا سُونا لگتا ہے
تیرے بن یہ گھر ویران ہے' تیرے بن دُنیا ویران
جب بھی میرے پاس کوئی آہٹ ہوتی ہے
مجھ کو ایسے لگتا ہے' تو آئی ہے
اے ماں' میری پیاری ماں
جانے تو کب لوٹ کے میرے پاس آئے گی
تیرے بغیر تو مجھ کو ایسا لگتا ہے

جیسے مرا وجود بھی مرا وجود نہیں
تجھ کو ڈھونڈ رہی ہوں اپنی خالی خالی آنکھوں سے
مجھ کو ہر شے سے بس تیری خوشبو آتی ہے
تیری یاد جو میرے دل میں گہری ہو جاتی ہے
پہروں رات کے سناٹے میں مجھے رُلاتی ہے
رات کو جب سب اپنی ماؤں کے پہلو میں سو جاتے ہیں
میں روتے روتے تنہا سو جاتی ہوں
کاش یہ کوئی آ کر مجھ سے پوچھے
آخر کیوں روتی ہو؟
پیاری ماں! کوئی بھی پوچھنے والا نہیں ہے
کوئی بھی سُننے والا نہیں ہے
کس سے اپنی تنہائی کا درد کہوں
اب کون مرے غم بانٹے گا

پیاری ماں!
تجھ کو تو خبر ہے

تیرے سوا میرے دُکھ سُکھ کا کوئی نہیں ہے ساتھی
یہ سب جان کے بھی تو مجھ کو
بھول گئی ہے
اکثر انجانے میں تجھے پکارتی ہوں
اور یہ پہروں سوچتی ہوں
کیا تجھ کو بھی میں اِتنا ہی یاد آتی ہوں؟

بڑا کٹھن ہے

سرد شاموں کی یہ عذاب رُتیں
جلتی بجھتی یہ خواب خواب رُتیں
جن میں ہم مسکرا نہیں سکتے
اپنا غم بھی بتا نہیں سکتے
چاہتے ہیں دیا جلائیں ہم
ہم دیا بھی جلا نہیں سکتے
خود پہ طاری ہے ایسا ہجر کا غم
خود کو خود سے چھپا نہیں سکتے
اس قدر بڑھ گیا ہے یاد کا درد
درد کی تاب لا نہیں سکتے

عمر کی رہ گزار میں ہر سُو
کتنا پھیلا ہُوا اندھیرا ہے
روشنی کس طرف سے آئے گی؟
رات کی زد میں ہر سویرا ہے

چارسُو شہر کی فضاؤں میں
بے حسی کا نشہ سا طاری ہے
زندگی کو کہاں تلاش کریں
زندہ لاشوں کا رقص جاری ہے

اور اس رقصِ بے حسی میں ہم
زندگی یوں گزار دیتے ہیں
جیسے کچھ سادہ دِل، محبت میں
اپنے سب خواب ہار دیتے ہیں

یادگار دِن

آج فضا میں شور سا کیوں ہے؟
یوں لگتا ہے، جیسے کوئی ایسا دن ہے
جس میں ازل کے مُوئے قلم نے
صفحہ ہستی پر مجھ کو تحریر کیا تھا
گھر سے باہر باغ کی ایک اک ڈالی پر
کچھ تازہ پھول کھلے ہیں
چڑیوں کے مہکے نغموں سے پتا پتا مہک رہا ہے
سارا عالم چہک رہا ہے
اور کسی کی چاہت دل میں آن اُتری ہے
جیسے اس بے جان بدن میں جان اُتری ہے

سوچتی ہوں، یہ کیسا دن ہے
جس میں میرے ساتھ ہَوا نے
خوشبو خوشبو رَس گھولا ہے
خوشبو ہر سُو پھیل گئی ہے
سچے جذبوں والی خوشبو پھیل گئی ہے
سوچتی ہوں میں، آج کے دن کیا خاص ہوا تھا؟
برسوں پہلے یہی تو دن تھا
اس دھرتی پر میں نے اپنا قدم رکھا تھا

میری نظمیں سچ ہوں گی

میں جو لکھا کرتی تھی
اپنی نظموں، غزلوں میں
مجھ کو تھا کب یہ معلوم
سب کچھ سچ ہو جائے گا
میں تنہا رہ جاؤں گی

غُسلِ احساس

آج سانسیں مری
خود مرے جسم کا ساتھ دیتی نہیں
زندگی کے کٹھن سے کٹھن تجربوں سے میں لڑتی ہوئی
اتنی مفلوج ہونے لگی ہوں کہ
ہاتھوں میں پکڑا ہوا میرا اپنا قلم بھی لرزنے لگا ہے
مرے دل کے جذبوں کا یہ ساتھ دینے سے
انکار کرنے لگا ہے
میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے ہیں کہ جیسے
بھرے ساونوں کی جھڑی لگ گئی ہو
اب تو یوں ہے کہ آنسو مرے چہرۂ سرد پر گر رہے ہیں
کہ یا یہ کسی لاش کو غُسل دینے لگے ہیں

آج بھی عید کا دن ہے

میں اور میرا خالی کمرہ
کتنے تنہا
کوئی خواہش، کوئی آس نہیں ہے
دروازے پر امکانی دستک کا بھی احساس نہیں ہے
ہار سنگھار کی ٹیبل بھی خالی لگتی ہے
اور کمرے کی باقی ساری چیزیں بھی چپ چاپ پڑی ہیں
جسم کو چیرتی تنہائی کے بنجر لمحے صدیوں جیسے لگتے ہیں
شاید آج بھی عید کا دن ہے

پاگل لڑکی!

اے لڑکی، اے پاگل لڑکی!
تم بھی کتنی پاگل ہو!
روتے روتے ہنس پڑتی ہو
پیار کی باتیں کرنے سے بھی تم ڈرتی ہو
خود ہی سہیلی ہو تم اپنی، خود سے خود ہی لڑتی ہو
چاند سے دل کی باتیں کرنے سے بھی گھبرا جاتی ہو
دل میں اپنا پیار چھپا کر رکھتی ہو
تم بھی کتنی پاگل ہو

تنہا تنہا رہتی ہو
تنہا ہو کر چلتی ہو
یونہی اک دن چلتے چلتے بھیڑ میں تم کھو جاؤ گی
واپس کیسے آؤ گی---؟

تنہائی ایک سچائی

بہت آغاز کے دن تھے
مجھے تنہائی کتنی اچھی لگتی تھی
کہ شاید ایک دن اس شہر میں
تنہائیوں کے ساتھ مجھ کو مل کے رہنا تھا
یہی تنہائیاں میرا مقدر تھیں
بہت آغاز کے اچھے دنوں میں----
وہ اک احساسِ تنہائی جو میرے دل میں رہتا تھا
اگر چہ تھا بہت تکلیف دِہ لیکن
یہ تنہائی تو اس سے بھی زیادہ تلخ نکلی ہے
جو اَب میرا مقدر ہے

میں تنہا ہوں کہ وہ تنہا؟
اِسے محسوس کرنا کتنا مشکل ہے
جب انساں اپنی تنہائی کو
اپنے خون کی گردش میں پیہم رینگتا محسوس کرتا ہے
تو دل کی بے بسی دیکھی نہیں جاتی
بہت پہلے
میں اپنی نظموں اور غزلوں میں تنہائی کا اکثر ذکر کرتی تھی
تو مجھ سے لوگ کہتے تھے
تم اپنی شاعری میں کس لیے تنہائی کا یہ استعارہ لے کے آتی ہو؟
تو میں اُن کی یہ سب باتیں ہنسی میں ٹال دیتی تھی
یہ کہتی تھی
نہ جانے کیوں میں ایسا سوچتی ہوں
اور اَب احساسِ تنہائی سے بڑھ کر
رنگِ تنہائی جو میرے چار سُو میں آن اُترا ہے
تو کوئی بھی نہیں یہ پوچھتا

"تم اپنی نظموں اور غزلوں میں
مسلسل، استعارہ اپنی تنہائی کا لاتی ہو
تو کیوں آخر؟
تمھیں تنہائی کا منظر بیاں کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے؟"
تو سچ یہ ہے
کہ کوئی اس لیے یہ بات اب مجھ سے نہ پوچھے گا
کہ میری سوچ کی تنہائیاں سچ ہو گئی ہیں

وحشت سرائے

یہ میرا شہر ہے یا پھر کوئی وحشت سرائے ہے
یہ اک وحشت سرائے ہے
مجھے وحشت سرائے سے مگر باہر نکلنے کی اجازت مل نہیں سکتی
مسافر راستے اس شہر کی سب تنگ گلیوں سے نکل کر بھی
نکل سکتے نہیں ہرگز
مسافر راستوں پر چلتے چلتے تھک چکی ہوں میں
کہ میں اس شہرِ بے قیمت کا حصہ ہوں
یہاں کی ہر گلی باہر کی جانب جب نکلتی ہے
تو لگتا ہے کہ اپنی تنگ دامانی کی وحشت سے پریشاں ہے

یہاں کی ہر سڑک رُک رُک کے چلتی ہے
تو یوں محسوس ہوتا ہے
اِسے چلنے سے وحشت ہے
یہاں کے سارے بازاروں کی یہ ساری دکانیں
حرصِ زر کے قفل میں اب تک مقید ہیں
یہاں کے لوگ بازاروں میں، سڑکوں اور گلیوں میں
رواں ہوتے ہوئے بھی، مجھ کو سب
ٹھہرے ہوئے محسوس ہوتے ہیں
یہ شہر اندر سے کتنا تنگ ہے
باہر سے یہ کتنا بڑا محسوس ہوتا ہے
یہ اک وحشت سرائے ہے
مجھے وحشت سرائے سے نکلنے کی اجازت مل نہیں سکتی

جرم

میں نے بھی اک جرم کیا ہے
میں نے بھی سپنے دیکھے ہیں
سوچا تھا
اک گھر ہوگا اور پیار سے اُسے سجاؤں گی
صبح سویرے اُٹھ کر اپنی آنکھوں میں
اُس کی چاہت کا کاجل مہکاؤں گی
رنگ برنگی چوڑیاں ہاتھوں میں پہنوں گی
اور انھیں کھنکاؤں گی
بال سنوار کے، ان میں پھول سجاؤں گی
جب وہ شام کو گھر لوٹے گا
اُس کے سارے غم لے لوں گی

اُس کا دل بہلاؤں گی

مجھ سے جھوٹ نہ بولے گا وہ، میں بھی جھوٹ نہ بولوں گی
جب میں اُس سے رُوٹھوں گی
تو مجھ کو لے لے گا وہ اپنی بانہوں میں
میرے سارے آنسو گرنے سے پہلے
اُس کے ہونٹوں پر مُسکان اُبھر آئے گی
اور میں سب کچھ بھول کے اُس کی ہو جاؤں گی
لیکن وہ تو مجھ کو بھول چکا ہے
میں نے اُس کے جتنے سپنے دیکھے ہیں
سارے جھوٹے دیکھے ہیں
جھوٹے سپنے جرم سے بڑھ کر ہوتے ہیں
میں نے بھی یہ جرم کیا ہے
اُن کے سپنے دیکھے ہیں

محبت مر بھی سکتی ہے

محبت دل سے کی جائے تو یہ مرتی نہیں ہے
محبت تو زمانے سے کبھی ڈرتی نہیں ہے
مگر دل ٹوٹ جائے تو محبت مر بھی سکتی ہے
کہ اس کی دھار ہر سینے کو زخمی کر بھی سکتی ہے
محبت کے ہزاروں رنگ ہیں لیکن
اک اس کا رنگ یہ بھی ہے
یہ اک سینے سے چلتی ہے تو پھر یہ دوسرے سینے میں پلتی ہے

تمھیں مجھ سے محبت تھی

تو اب تیری محبت اَور کے سینے میں جا اُتری

مگر میری محبت اب بھی زندہ ہے

کہ یہ زندہ ہے سانسوں کی طرح میرے دل و جاں میں

مگر سچ ہے
محبت مر بھی سکتی ہے
اگر دل ٹوٹ جائے تو محبت مر بھی سکتی ہے

تیری یادیں

مجھ کو سونے نہیں دیتا تری یادوں کا سماں
کُھل کے رونے نہیں دیتی ترے آنے کی اُمید

کوئی آتا ہے اگر میرے قریب
بات کرنے کی روادار نہیں ہوتی میں
لوگ شاید مجھے مغرور سمجھ لیتے ہیں
وہ نہیں جانتے' میں صرف تری ہوں
میں کسی اور کی ہو سکتی نہیں
تیری یادیں مجھے ملنے نہیں دیتیں اُن سے
دل کا احوال کہوں تو کس سے---؟

گزارش

مرے ہمدم!
جو میرے زندگی میں آ گئے ہو تم
تو پھر واپس نہ جانا تم
تمھیں معلوم تو ہو گا
محبت میں کہیں بھی واپسی کا راستہ ہوتا نہیں ہرگز
مرے ہاتھوں کو تم نے تھام رکھا ہے مگر
یہ جانتے ہو گے!
کئی ایسے محبت کرنے والے بھی' سُنا ہے'
تھام کر ہاتھوں کو زخمی کرنے لگتے ہیں
ترے ہاتھوں میں میرے ہاتھ بھی زخمی نہ ہو جائیں

مرے ہمدم! میں ڈرتی ہوں
مجھے لمبے سفر پر ساتھ لے کر جاؤ
اور پھر عمر بھر تنہا بھٹکنے کے لیے تم راستوں میں چھوڑ جاؤ
اور مجھ کو بھول جاؤ تم

کہیں ایسا نہ ہو ہمدم!
کہ جیسا میں نے تم کو آج دیکھا ہے
تمھارا کل تمھیں تبدیل کر دے
اور میرے سارے سپنے ٹوٹ جائیں---!

گرہ میں بندھی خموشی

وہ لڑکی کتنی سیدھی اور سادہ تھی
ہَوا کے ساتھ چلتی تھی
ہَوا کے ساتھ چلتی تھی تو لگتا تھا
فضاؤں میں مہکتے پھول بکھرے ہیں
وہ لڑکی، خوبرو لڑکی
سنہرے موسموں کے رنگ بھی اپنی گرہ میں باندھ رکھتی تھی
دہکتی دھوپ کی کرنوں کو اپنے نرم بالوں میں سمیٹے
شام کی دہلیز پر جب آ ٹھہرتی تھی
تو لگتا تھا، شفق کے ریشمی منظر نے
اس کے خوبصورت رُوپ کا زیور چرایا ہے

مگر پھر ایک دن وہ سیدھی سادھی، خوبرو لڑکی
ہَوا کا ہاتھ تھامے، چاہتوں کے اَن کہے
نادیدہ رستے پر نکل آئی
تو اِس رستے کی پتھریلی زمیں نے اُس کے پاؤں چھید ڈالے
اور جھلستے منظروں نے اُس کی آنکھوں میں
سُلگتی خامشی بھر دی

وہ لڑکی، خوبرو لڑکی
سنہرے موسموں کے رنگ جو اپنی گرہ میں باندھ رکھتی تھی
سُلگتے موسموں کی دُھول کو اُس نے گرہ میں باندھ رکھا ہے
ہَوا کا ہاتھ اُس نے تھام رکھا ہے

فاطمہ احمد کا دل معصوم اُمنگوں اور آنکھیں سُندر سپنوں سے بھری ہیں۔ وہ جگنوؤں اور تتلیوں کو پکڑتے پکڑتے اَدب کے باغیچے میں آ نکلی ہے۔ اُس کی شاعری ہلکی ہلکی بارش میں بھیگتے پھولوں کی طرح تازہ اور خوبصورت ہے۔ میں فاطمہ احمد اور اُس کی شاعری کے متعلق صرف اتنا کہوں گا۔ چشم بددور

حسن عباسی



اگر تم پھول ہوتے تو
میں زلفوں میں سجا لیتی
اگر تم خواب ہوتے تو
میں آنکھوں میں بسا لیتی
اگر تم گیت ہوتے تو
تمہیں چپکے سے گا لیتی
اگر تم چاند ہوتے تو
کبھی چھت پر بُلا لیتی
اگر تم شام ہوتے تو
کسی دن میں چُرا لیتی
مگر تم تو ''ہوا'' ٹھہرے
مرے ہاتھوں میں شمعیں ہیں
تمہیں چھُونے سے ڈرتی ہوں



مری دعا ہو تم

فاطمہ احمد